موجودہ معاشی مسائل کا حل شاہ ولی اللہ دھلوی کی نظر میں

مولانا حسین محمد قریشی تترخیل بنوں۔

پیش کردہ: دوسری بنوں کانفرنس

مولانا حسین محمد قریشی تترخیل بنوں ایک جید عالم اور نامور خطیب ہیں عصر حاضر کے چیلنجوں کو بخوبی جاننے والے موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں مسلمانوں کے عظمت رفتہ کے دلدادہ ہیں۔اور مسلمانوں کے زوال پر نوح وکنعاں ہوتے ہیں۔ زیرنظر مقالہ اسی سلسلے کی کڑی ہے جن میں مسلمانوں کے معاشی مسائل اوران کے حل کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے خیالات ونظریات کو قلمبند کیا ہے۔ جو مسلمانوں خصوصاً مسلمانان پاکستان کے لئے آکسیر کادرجہ رکھتے ہیں۔ (ادارہ)

ذیلی عنوانات

- علم معیشت کا تعارف
- علمِ معاشیات کا تاریخی پس منظر
- شاہ ولی اللہ اور علم معیشت
- کسب معاش کی ترغیب شاہ صاحب کی نظر میں
- ارتفاقات اول ودوم شاہ صاحب کی نظر میں
- مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی نظر میں ارتفاق
- ٹیکسوں کی ضرورت ومعقولیت

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم أمابعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم من أعرض عن ذکری فإنَّ له معیشة ضنکًا ونحشره یوم القیامة أعمیٰ صدق اللہ العظیم

معیشت کیا ہوتی ہے؟ عصر حاضر کے معاشی مسائل وپیچیدگیاں کیا ہیں؟ اس ضمن میں یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ آج ہمارا نہ صرف معاشی نظام ہی ابتر ہو چکا ہے بلکہ پورا معاشرتی ،اخلاقی ،تعلیمی اور سیاسی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔معاشی اونچ نیچ کے نتیجہ میں سماج دو حصوں میں بٹ گیا ہے اسلام میں نظام معیشت نظامِ عبادت سے کوئی جدا نظام نہیں اس لئے تیرھویں صدی ہجری کے ایک جید عالم، ایک باکمال فقیہ،ایک مدبّر شخصیت شاہ ولی اللہ دھلویؒ (1114-1176ھ) کی نظر میں موجودہ معاشی ومعاشرتی مسائل کا حل ڈھونڈنا مقصود ٹھہرا چونکہ شاہ صاحب ہی مسلمانوں کے عہد زوال کے عینی شاھد تھے اغیار کی چیرہ دستیوں کے کٹھن وقت میں مردانہ وار مقابل رہے وہ محض دورزوال پر نوح کنعاں ہی نہیں تھے بلکہ اس دور کے واقعات کو اپنے تدبر وتفکر سے بدل کر اسلام کی شوکت رفتہ اور عظمت ماضیہ کے نقیب کے طور پر اپنے ہم عصروں کے لئے ھدایت اور رہنمائی کا مرکز بھی تھے اس لئے ضرورت ہے کہ شاہ صاحبؒ کے افکار ونظریات اور معاشی اصول وضوابط کو منضبط انداز میں پیش کئے جائیں۔

شاہ صاحب نے جس عہد میں تعلیمات کا آغاز کیا اس وقت معاشی ومعاشرتی وسیاسی حالت دگرگوں تھیں لہذا موجودہ حالات اوران حالات میں کئی اعتبار سے مماثلت پائی جاتی ہے اس وقت مریض معاشرہ کے لئے شاہ صاحبؒ کی تجویز کردہ دواء آج کے بیمار معاشرہ

کے لئے یقیناً تریاق ثابت ہوگی۔ خود شاہ صاحبؒ اپنے دور کے ظالم جاگیرداروں، نوابوں اور بادشاہوں کو مشاہدہ کر کے ایک جملہ دہراتے ہیں وہ یہ "وما تراک من ملوک بلادک یغنیک من حکایتھم" کہ شہنشاہی دھلی کے معاشرے کا مطالعہ کرلیا جائے تو رومی اور ایرانی معاشروں کا حال خود بخود کھل جاتا ہے بعینہ اس طرح شاہ صاحب کی ہمہ جہت فکر آج کے دگرگوں حالات کیلئے بھی آکسیر کا کام دے گا چونکہ شاہ صاحب ایک اسلامی حکیم ہیں، برصغیر پاک وہند کی تحریکات پر آپ کی گہری چھاپ ہے اس لئے خصوصاً استحصالی نظاموں سے نجات اور عدل عمرانی کے قیام کیلئے معاشرہ کی تشکیل نو کے لئے آپ کی رہنمائی افادیت سے خالی نہیں۔

علم معیشت کا تعارف:۔

معیشت مصدر ہے معاش عربی زبان کے لفظ "عَاش" سے ہے جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں بعض کے نزدیک اس کا مادہ عَیْش ہے جس کے معنی روزی، خوارک، رزق اور گزران کے ہیں۔ امام راغبؒ کے نزدیک عیش کے لفظ سے معیشت ہے جس کے معنی سامان زیست، کھانے پینے کی وہ تمام اشیاء جن پر زندگی بسر کی جائے مراد ہیں۔

(1) رائی کلی (2) ظرافت (3) تکمیل یا ایجاد و تقلید

رائی کلی:۔

سے مراد یہ ہے کہ انسان تکمیل حاجات کے لئے ایسا طریقہ استعمال کرتا ہے جو دوسرے ہم جنسوں کے لئے ضیق اور ظلم کا باعث نہ بنتا ہو مروجہ نظام معیشت کسب زر میں کھلی آزادی کے اصول پر کاربند ہے جس میں جائز و ناجائز کا تصور ہی نہیں۔

ظرافت:۔

ایک ایسی خوبی ہے جس کی بدولت انسان صرف ضرورت کی تکمیل ہی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ ہر ضرورت خواہ اس کا تعلق خوراک، لباس، مکان سے ہو میں اعلیٰ اور خوب تر کا متلاشی ہوتا ہے

بمصداق قطعہ: ﴿ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں﴾

مادہ ایجاد و تقلید:۔

یہ انسان کی تیسری امتیازی خصوصیت ہے حیوانات کے برعکس انسان میں ایجاد، اختراع کا مادہ ہے عقلی اعتبار سے ارفع افراد معاشرہ ایجاد کرتے ہیں اور دوسرے افراد ان کی پیروی و تقلید کرتے ہیں اس طرح معاشرہ میں مستحکم قیادت اور اجتماعیت ابھرتی ہے جس کے افراد میں باہمی گرفت ہوتی ہے۔

علم معیشت کی تعریف:۔

شاہ صاحب علم معیشت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں "هو الحكمة الباحثة عن كيفية إقامة المعادلات و المعاونات

والإکساب علی الإرتفاق الثانی" یہ علم انسان کے معاشی اشیاء کے تبادلے کے نظام (معادلات) انسان میں اس طرح امداد باہمی (معاونت) کے قیام اور روزی کمانے کے ذریعوں (اکساب) سے بحث کرتا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب ارتفاقات کے ذیل انسان کی بنیادی ضروریات (حاجات اصلیہ) ملکیت دولت کا تصور، دولت کی پیداوار کے ذرائع' پیداوار کا باہمی تبادلہ' دولت کا جائزہ ناجائز استعمال' ریاستی ڈھانچہ' ریاستی معاشی نظام' مختلف پیشے اور معاشرے کے افراد کی معیار زندگی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہیں۔

کسب معاش کی ترغیب شاہ صاحب کی نظر میں:-

کسی بھی معاشرے کی ترقی کا مدار فی کس پیداوار اور مناسب کسب پر ہے۔ تن آسانی اور غیر مفید پیشوں کی وجہ سے اکثر تباہی دیکھنے میں آتی ہے شاہ صاحب ارتفاقات کے ضمن میں جس کی قدرے تفصیل بعد میں آرہی ہے بتاتے ہیں کہ کچھ بنیادی ضروریات ہر فرد کو وابستہ ہیں ان سے عہدہ براہونے کے لئے کوئی مناسب عمل اختیار کرنا چاہئے، مزید یہ کہ اپنی دولت کو اسراف کی راہ میں خرچ نہیں کرنا چاہئے۔ انسان میانہ روی کی زندگی کی عادت ڈالے بقول شاہ صاحب ''ولا تتکلفوا فی نفقتکم ولکم مماتطیقون واکتسبوا قدر مایکفیکم ولاتکونو اکلًّاعلی الناس تسألونهم فلایعطونکم ولا تکونو اکلًّاعلی الخلفاء والامراء وانما المرضی لکم الکسب بأیدیکم ولیتخذ کسب یکفیه ولکن من شأنه القناعة والقصد فی المعیشة" اپنے مصارف خوراک ولباس میں تکلف سے کام نہ لیا کرو، اس قدر خرچ کرو جتنی تم میں سکت ہو اور اتنا کمانے کی کوشش کرو جس سے تمھاری ضرورتیں پوری ہوں دوسروں پر بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ مانگ کر کھاتے رہو پھر ان سے مانگو اور وہ نہ دیں'' اس طرح حکومت پر بوجھ نہ بن جاؤ تمہارے لئے پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ خود کما کر کھایا کرو آدمی کو چاہیئے کہ کمائی کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور اختیار کرے اور قناعت واعتدال کو دستور بنائے۔

شاہ صاحب ایک اور وقیع عبارت میں تحریر فرماتے ہیں ''یامعشربنی ادم اتخذتم رسوما فاسدة تغیّرالدین ورسوما تضیق علیکم کالإفراط فی الولائم فضیعتم أموالکم وأوقاتکم فی الرسوم وترکتم الهدی الصالح"

اے ابن آدم! تم نے ایسی بگڑی ہوئی رسوم معیشت اختیار کر لی ہے جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے تم نے وہ طریقے اپنائے جنہوں نے تم پر تمھاری زندگی تنگ کر دی مثلاً تم نے شادی کی دعوتوں میں تکلف برتنا شروع کیا ان رسومات میں تم اپنی دولت ضائع کرتے ہو، وقت برباد کرتے ہو اور صحیح راستہ چھوڑ بیٹھے ہو۔ ان عبارات سے واضح ہے کہ شاہ صاحب کو لوگوں کی خوشحالی اور فطری زندگی گزارنے کے بارے میں فکر دامن گیر تھی وہ سماج کو کسب معاش پر ابھارتے اور تضیع مال سے منع کرتے رہے۔

شاہ صاحب کو ملک کی معاشی امور کے بارے میں ہمیشہ فکر لاحق رہی ایک تحریر میں بادشاہ اور رعایا کی کسمپرسی کو یوں بیان کرتے ہیں ''کاسه گدائی در دست گرفته است واز سلطنت بجزنامی باقی نماندسود گران و محرّفه بانواع ظلم وضیق معیشت گرفتار شده اند" سماج پر بھاری ٹیکسوں کا تذکرہ

کرتے ہوئے شاہ صاحب رقمطراز ہیں نوابوں اور امراء نے معاشی دست بردشروع کردی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشت کاروں ، تاجروں، پیشہ وروں اور اس طرح دوسرے کارپردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر سخت سزائیں دیں''۔

شاہ صاحب معاشرے میں سرمایہ کے ارتکاز پر قدغن لگاتے ہیں ایک مقام پر جاگیردارانہ ذھنیت پر یوں تنقیدی کلمات لکھتے ہیں:-ان لوگوں کی آمدنیاں بے انتہاء ہیں دل میں آتا ہے تو مالیانہ لیتے ہیں ورنہ اپنی تجوریاں بھرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی دولت وشوکت کے بل بوتے پر حکومت سے ٹکر لیتے ہوئے بھی نہیں گھبراتے۔المختصر شاہ صاحب متمول طبقہ سے ناراض ہیں وہ اپنی تحریرات میں ان کے لئے بدمعاش، ملاعنین اور مترفین جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں کبھی اپنے دور کے جاگیرداروں کو قیصرو کسریٰ سے بدتر بتلاتے ہیں شاہ صاحب اس استحصالی طبقہ (Expolitative Party) کے وجود کو انسانیت کے لئے بارعظیم خیال کرتے ہیں اور بتاتے ہیں جب ایسی مصیبت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لئے ضرور کوئی سبیل نکالتا ہے۔شاہ صاحبؒ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ایک مقصد لوگوں کی معاشی اصلاح کو بھی قرار دیتے ہیں۔ان بنیادی امور کو بیان کرنے کے بعد ارتفاقات کے ذیل میں زیر بحث موضوع کو شاہ صاحب کی نظر میں واضح کرتے ہیں۔

ارتفاقات اول ودوم شاہ صاحب کی نظر میں:

شاہ صاحب کے معاشی افکار کو سمجھنے کے لئے آپ کا نظریہ ارتقاء عمران ،اقتصادیات Socieo-Economic-Evolution جسے وہ مخصوص اصطلاح ارتفاقات سے موسوم کرتے ہیں جاننا ضروری ہے آپ کا یہی نظریہ اسلامی نظام معیشت کے لئے ایک حرکی اور مستحکم بنیاد فراہم کرتا ہے۔ارتفاقات ارتفاق کی جمع ہے یہ مادہ رفق بالکسر سے ماخوذ ہے لغت میں اس کے کئی معانی مثلا نرمی' سہولت' رحم' اعانت' نزاکت' نفع رسانی' نرم برتاؤ' مہربانی وحسن سلوک کے آتے ہیں اس کے علاوہ وہ چیز جس سے مدد لی جائے اس کے مشہور معانی ہیں اس کا استعمال اکثر ''ب'' کے صلہ کے ساتھ ارتفق بہ کی صورت میں ہوتا ہے شاہ صاحب نے اسے مشکلات کے آسان طریقے سے حل نکالنے کے معنی میں استعمال کیا ہے چونکہ ابتدائی انسانی آفرینش سے فرد واجتماع دونوں مشکلات اور مصائب سے دوچار چلا آرہا ہے عقلاء نے ان مشکلات اور مصائب میں سے بعض کا حل تلاش کرلیا ہے اور بقیہ کی تلاش میں سرگرداں وآشفتہ سر ہیں لہذا جن طریقوں سے معاشی و معاشرتی خرابیوں اور پریشانیوں پر با آسانی قابو پایا جاسکتا ہو انہیں ارتفاقات کا نام دیا جاتا ہے۔

چونکہ انسان کو مادی حاجات سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے اس پر قابو پانے کے لئے انسان کو قوت فکر کی دولت سے نوازا گیا ہے۔ شاہ صاحب رقمطراز ہیں۔''وكان من عناية الله به أن الهمه كيف يرتفق بأداء هذه الحاجات إلهاماً طبيعياً من مقتضى صورته النوعية'' اللہ تعالیٰ کی انسان پر یہ عنایت ہوئی کہ اس کو صورت نوعی کے تقاضے کے مطابق طبعی الہام کے ذریعہ سے اپنی گوناگوں ضروریات کو آسانی سے پورا کرنے کا ڈھنگ سکھایا۔اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہو کر جب تمدنی مسائل کے حل

کے لئے فطری قوی کو بروئے کار لاتا ہے تو وہ کسی خارجی مدد کا محتاج نہیں ہوتا وہ مسائل کا حل طبعی الہام سے کرتا ہے۔ یہ الہام انسان کو بالکل اس طرح ہوتا ہے جس طرح شہد کی مکھیوں کو اپنی نوعی ضرورت کی بابت ہوا کرتا ہے کہ وہ کن پھولوں کا رس چوسیں، کس طرح اس سے شہد بنائیں، کس طرح اپنا چھتہ تیار کریں اور آپس میں کیسے مل کر رہیں۔

شاہ صاحب نے اس عبارت سے علاقائی وملکی ضروریات اسی خط میں حل کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ آج معاشی میدان میں یہی مسئلہ درپیش ہے کہ خود انحصاری کی بجائے بیرونی وخارجی امداد کو ناگزیر قرار دے کر وطن عزیز کو گروی رکھا گیا۔

مولانا عبید اللہ سندھی کی نظر میں ارتفاق:۔

مولانا عبید اللہ سندھی جو شاہ ولی اللہ دھلوی کی فکر کے ترجمان مانے جاتے ہیں، ارتفاقات کی تعریف یوں کرتے ہیں: **تحصيل الأشياء الطبيعية بأدنىٰ عنانة وأقل قوة وبعدصرف أقصر مدة بإستعمال الآلات يسميه الإمام ولي الله بالإرتفاق** اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے اوزاروں کے ذریعہ تھوڑے وقت میں کم طاقت خرچ کرنے سے بہت سا فائدہ حاصل کرنے کو شاہ ولی اللہؒ ارتفاق کا نام دیتے ہیں۔ اس عبارت سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے کہ کائنات میں تمام وہ اشیاء جو فائدہ بخش ہیں وہ خود بخود اس کے تصرف میں نہیں آتیں، بلکہ انہیں مثل خام مال حسب ضرورت ڈھالا اور تیار کیا جاتا ہے، انسان کا کام آلات کی مدد سے تھوڑی قوت و محنت سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا ہے۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین ابن شاہ ولی اللہ نے انسان کی تعریف ہی یوں کی "**ما يتفكر و يصنع بالآلات إنسانا أرضياً**" جو عقل سے سوچتا ہے۔ اور آلات کی مدد سے اشیاء بناتا ہے وہ اس زمین پر بسنے والا انسان ہے۔

انسانی ضروریات ان گنت ہیں ضروریات کو آسانی سے پورا کرنا ظاہر بات ہے ایک متحرک سلسلہ ہے آئے دن پرانے طریقے اور سہولت کے فنی وسائل کی اصلاح، ترقی اور ایجاد ہوتی رہتی ہے فنی وسائل کی ترقی کا یہ سلسلہ انسانی زندگی کے دوسرے شعبوں کو بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا اس پورے سلسلہ ارتقاء کا نام ارتفاق ہے۔ جس طرح فرد کی زندگی کو ظاہری نظر میں چار مراحل یعنی بچپن، لڑکپن، جوانی اور پختگی عمر میں تقسیم کیا جاتا ہے اس طرح معاشرہ کو بھی **ارتفاق اول** (بدوی زندگی) ارتفاق اول دراصل حیوانی ارتفاق پر مبنی ہے جس میں نظافت صفائی، آراستگی پیدا ہوئی شاہ صاحب نے ارتفاق اول میں کئی امور کی فہرست دی ہے جس میں زبان، مکان، لباس، پکانے کے طریقے، برتن بنانا، جانوروں کی تسخیر جیسی آسودگی کے لئے صفین مختلفین میں ازدواجی تعلق جیسے امور شامل ہیں شاہ صاحب رقمطراز ہیں **ولو أن إنسانا نشأ ببادية نائية عن البلدان ولم يتعلم من أحد رسما كان له لاجرم حاجات من الجوع والعطش والغلمة وإشتاق لامحالة إلىٰ إمرأة ولابد عندصحة مزاجهما أن يتولدبينهما أولاد فيضم أهل أبيات وينشأ فيهم المعاملات**: اگر ایک انسان آبادیوں سے دور دراز جنگل میں پیدا ہو کسی سے کوئی رسم ورواج نہ سیکھا ہو تب بھی اس کو بھوک پیاس اور صنفی خواہش کو پورا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور وہ گرمی، سردی اور بارش سے بچنے کے لئے کسی مسکن کا بھی محتاج ہوگا۔ چنانچہ صنفی خواہش اسے مجبور کرے گی کہ وہ عورت سے ازدواجی تعلق قائم کرے اور دونوں کا مزاج جب صحیح ہوگا تو ان کے ہاں اولاد

پیدا ہوگی اس طرح کئی گھر آباد ہو کر معاملات پیدا ہوں گے۔خلاصہ یہ کہ ارتفاق اول میں خوراک' مسکن ،لباس اور دوسرے بنیادی ضروریات زندگی کا حصول فطری تقاضا ہے جس سے کسی صورت میں پیچھا نہیں چھڑایا جاسکتا ہے ارتفاق اول کے ضمن میں یہ واضح ہے کہ محض روٹی' کپڑا' مکان کو شاہ صاحب نے ضروریاتِ زندگی میں سے شمار نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد جنسی آسودگی کے لئے ازدواجی حق بھی انسان کا فطری تقاضا ہے جس سے کسی صورت میں صَرف نظر نہیں کیا جاسکتا یہاں اسلامی معاشرت کا دوسرے نظام ہائے معاشرت پر فوقیت واضح ہو جاتی ہے

یہ واضح ہے کہ ارتفاق اول کو جماعتی زندگی اور معاشرہ انسانی کا سنگ میل کہنا چاہئے۔فرد جب ابتدائی طبعی ضروریات کو پالیتا ہے تو ارتفاق ثانی میں قدم رکھتا ہے۔

ارتفاق دوم:

(قصباتی زندگی) فرد یا اجتماع جب ابتدائی طبعی ضروریات سے فراغت پاتا ہے تو یہ تمدن کی دوسری منزل میں قدم رکھتا ہے یہاں ارتفاق اول، کی چیزوں کو زیادہ صفائی، اور عمدگی کے ساتھ استعمال میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔شاہ صاحب کے نزدیک ارتفاق دوم میں ترقی کرنے کا راز یہ ہے کہ معاشرے کے عقل مند اور سلیم الفطرت انسانوں کی آراء اور تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے اور ان کے تجربات کی روشنی میں وہ باتیں اختیار کی جائیں جن کا نفع زیادہ اور نقصان کم ہو جو علوم وتجارب معاشرے کو ترقی کی دوسری منزل پر لے جاتے ہیں ان کی تعداد پانچ ہیں۔

(1) حکمت معاشیہ یا فن آداب معاش (2) حکمت منزلیہ یا انتظام خانہ داری (3) حکمت اکتسابیہ (4) حکمت تعاملیہ (5) حکمت تعاونیہ

نوٹ: درج بالا علوم میں موضوع کی مناسبت سے صرف حکمت معاشیہ کے بارے میں وضاحت کرنا کافی ہے۔

حکمت معاشیہ کی تعریف شاہ صاحبؒ یوں کرتے ہیں الحکمة المعاشية أن تستوفى حوائجک علىٰ مراعاة مقتضى الأخلاق الفاضلة من الديانة والسمت الصالح حکمت معاشیہ سے مراد یہ ہے کہ دیانت، سمت صالح جیسے اخلاق فاضلہ، تجربی علوم، اور مصلحت عامہ کے تقاضوں کے مطابق اپنی ضروریات وحوائج کی تسکین کی جائے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ شاہ صاحب ضروریات وحاجات کو پورا کرنے کے لئے اصول بتاتے ہے آپ کے فلسفہ پر گہری نظر رکھنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ وہ معاشی مسائل کو درج ذیل امور کی پابندی کے ساتھ حل کرنے کے خواہاں ہیں۔

1: دین اور سنت راشدہ کی مسلمہ اخلاقی قدروں سے مزاحم نہ ہوں

2: علم ودانش (سائنس) کے مسلمہ اصولوں اور تجربوں سے ہم آہنگ ہو۔

3: مصلحت عامہ اور اجتماعی مفادات کے تقاضوں کے مطابق ہو۔

شاہ صاحب خوراک کے بارے میں بتاتے ہیں کہ بہترین خوراک وہ ہے جو بلا تکلف آسانی سے دستیاب ہو۔ برتن نہ سونے چاندی کے ہوں نہ ہی اتنے بے کار گویا زمین پر رکھ کر کھارہے ہوں۔ لباس میں بنیادی توجہ اپنے بدن کو ڈھانکنے اور معتدل زینت حاصل کرنے پر ہو البتہ یہ بے جا نزاکت اور عیاشانہ تکلفات سے پاک ہونا چاہئے اس طرح بہترین گھر وہ ہے جو گرمی سردی کے اثرات اور چوری چکاری کے ڈر سے محفوظ رکھے تاہم اس کی تعمیر بے جا تکلفات سے پاک ہونی چاہئے اس طرح گھر بہت ہی تنگ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی فضاء مناسب حال اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہئے۔

ارتفاق سوم:۔

(قومی حکومت) ارتفاق سوم قومی حکومت کا دوسرا نام ہے شاہ صاحب اس ارتفاق کے محرکات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب انسان کسب معاش پر مجبور ہے تو کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے پھر تکمیل ضروریات کے لئے مبادلہ کی ضرورت بھی پڑتی ہے اس طرح معاشرہ میں موجودہ مختلف شعبوں کے افراد مثلاً کسانوں، تاجروں، اور اھل حرفہ میں ایک باہمی ربط پیدا ہوجاتا ہے یہی ربط و تعلق شہر یں ہیں۔ شاہ صاحب رقمطراز ہیں ''**وهذه الجماعات بذلك الربط هي المدينة في الحقيقة وليست المدينة في الحقيقة أسماء للسور والسوق والحصن حتى لو كان قرى متقاربة فيهاجماعات يعامل بعضهابعضا سميناها مدينة أيضا**'' ان مختلف جماعتوں کسانوں، تاجروں کا باہمی پیشہ ورانہ اجتماعی ربط ہی درحقیقت شہر ہے اور شہر حقیقت میں فصیل (دیواروں) بازار یا قلعہ کا نام نہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے ایسے گاؤں جو قریب قریب ہوں اور ان کے باشندے آپس میں معاملات کے ذریعہ ربط رکھتے ہوں ہم انہیں شہر کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہر انسانی آبادی کی خاص تمدنی ہیئت ہے امام یا حاکم اس کا نگران ہوتا ہے اس تمدنی ہیئت میں بگاڑ کی تمام تر ذمہ داری امام پر عائد ہوتی ہے۔ اس امام کی حیثیت ایک زبردست معالج کی سی ہوتی ہے۔ شاہ صاحب رقمطراز ہیں: **فلابد للمدينة من طبيب يحفظ الصحة ما استطاع و يعالجها اذا مرضت والطبيب هو الامام بأعوانه** پس شہر کے لئے ایک طبیب کا ہونا لازمی ہے جو اپنی قوت کے مطابق اس کی صحت کی حفاظت کرے اور جب وہ بیمار ہوجائے تو اس کا علاج کرے اور یہ طبیب اپنے ساتھیوں سمیت امام ہوتا ہے۔ شاہ صاحب امام یا حاکم کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ''**وليس الامام عندنا هو الشخص الواحد الإنساني البتة نعم إذا تولاه مستعد لها مستبد بنفسه صلح الأمر كل الصلاح فيكون إماما**' امام ہمارے نزدیک لازم ایک فرد انسانی نہیں ہاں اگر کوئی صاحب استعداد آدمی شہر پر قابض ہوجائے اور شہری امور کو صحیح طور پر انجام دے اس کے تو ظاہر معنی میں اسے امام کہا جائے گا۔

شاہ صاحب کے مذکورۃ الصدر بیان سے واضح ہے کہ اگر کوئی شخص انفرادی طور پر حکومتی امور سنبھالے جو اس کی مصالح کو پوری طرح مدنظر رکھ سکے تو اسے بھی امام کا مقام حاصل ہوگا شاہ صاحب کے اس سیاسی نظریہ سے لوگوں کو مغالطہ لگا اور شاہ صاحب کو ڈکٹیٹر شپ کے حامیوں میں سے شمار کرنے لگے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اسلامی آمریت مغربی آمریت سے ترقی یافتہ ہے۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ

آمریت اور جمہوریت کے درمیان ایک سیاسی محاکمہ ہے۔لہذا شاہ صاحب کا ڈکٹیٹر کو امام حق سے تعبیر کرنا اور اجتماعی زندگی کا تنہا اس کو ہی ضامن قرار دینا ان معنوں میں ہے اور اس میں کوئی امر تعجب نہیں۔

شاہ صاحب ملکی باگ ڈور ایک ہی شخص کے ہاتھوں میں دینے کے حق میں نہیں بلکہ وہ اصحاب حل وعقد پر مشتمل شورائی نظام کا خاکہ دیتے ہیں۔وہ رقمطراز ہیں: **لم ینتظم أمرها إلابرجل إصطلح علٰی طاعته جمهور أهل الحل والعقد وله أعوان وشوكة**" حکومت کا نظام اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک ایسا شخص حکمران نہ ہو جس کی اطاعت پر ارباب حل وعقد کی اکثریت راضی ہو اور اس کے ساتھ قوت وتائید ہو۔شخصی نظام کی بجائے عقلاء قوم کی حکومت کی یہ تجویز پارلیمنٹری نظام کا نقطہ آغاز ہوسکتی تھی، کاش اس وقت اس کی طرف توجہ کی جاتی۔شاہ صاحبؒ صاحبِ اختیار لوگوں کے شرائط پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حکمران ہونے کے لئے بالغ، عاقل، مرد، آزاد، سمیع وبصیر، صاحب نطق وکلام ہونا لازمی ہے وہ معزز اور شریف ہوتا کہ لوگ اس کی اطاعت میں فخر محسوس کریں مزید یہ کہ اس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ منصف وعادل ہو۔اور رعیت کی فلاح وبہبود میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا۔شاہ صاحب اسی ارتفاق کے ذیل میں کچھ مرکزی اداروں کی ضرورت کے بارے میں بتاتے ہیں ان محکموں میں انتظامیہ، محکمہ پولیس، فوج یا محکمہ دفاع، رفاہ عامہ کا ادارہ، شعبہ تبلیغ وارشاد کے وجود کو لازمی قرار دیتے ہیں۔

ٹیکسوں کی ضرورت ومعقولیت:

شاہ صاحب ٹیکسوں کی معقولیت پر یوں بحث کرتے ہیں" **ولماكان الإمام وأعوانه محصورين علٰی حوائج القوم وجب أن يكون مئونة معاشهم علٰی المدينة لأنهم أجَرَاءَ يعملون العمل النافع لها كمثل سائر الأجَرَاءِ فاذن لابد من حيازة الأموال من المدينة**" چونکہ حاکم اور اس کے معاون قومی امور میں مشغول رہتے ہیں اس لئے لازمی ہے کہ ان کی معاشی ضروریات کا بوجھ شہر پر ڈال دیا جائے اس لئے کہ ان کی حیثیت بھی ان مزدوروں جیسی ہے جو کہ شہر کے لئے محنت سرانجام دے رہے ہوں۔پس یہ ضروری ہوا کہ شہر کے لوگوں سے اموال وصول کئے جائیں۔ٹیکسوں کی آمد وخرچ کے لئے "بیت المال" کا قیام ضروری ہے۔اس ضمن میں وہ تحریر فرماتے ہیں" **وليجعل للمال الذى يجبئى إليه بيتا يجتمع فيه ليكون عدة لنوائبهم**" اور حاکم جو مال شہر سے وصول کرے اس کو محفوظ رکھنے کے لئے ایک مکان بیت المال بنائے، تاکہ وہ مال مصیبت کے وقت کام آسکے۔

شاہ صاحب ٹیکسوں کی وصولی کے لئے عمال اور مال آفیسر کے بارے میں لکھتے ہیں: **ثم إن الإمام لماكان لايستطيع بنفسه أن يباشر جباية الصدقات وأخذ العشور وفصل القضاء فى كل ناحية وجب بعث العمال و القضاء** چونکہ حکمران کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مختلف علاقوں، صدقوں اور اشیاء تجارت پر درآمدی و برآمدی ٹیکسوں وغیرہ کی آمدنی کی وصولی خود کرے اور وہ علاقے میں جاکر ان کے فیصلے کرے اس لئے ضروری ہے کہ عمال مقرر کرے۔شاہ صاحب ٹیکسوں کی وصولی میں عدل وانصاف کے اصول پر کاربند رہنے کی ترغیب دیتے ہیں۔